رنگ برنگ

مائل خیرآبادی

سچّی خوشی

فہیم اور ساجد بڑے دوست تھے۔ ایک ساتھ پڑھتے ایک ساتھ کھیلتے۔ ایک دن دونوں دوست سیر کرنے گئے۔ بستی کے باہر کھیتوں کے بیچ چلے جا رہے تھے۔ ایک جگہ دیکھا ایک گھسیارہ بیٹھا گھاس کھود رہا تھا۔ اس کے جوتے راستے کے ایک کنارے پر رکھے تھے۔

ساجد میاں بولے۔ ''بڑا مزہ آئے یار فہیم! اگر ہم اس کے جوتے چپکے سے چھپا دیں۔ جب وہ دیکھے گا کہ اس کے جوتے غائب ہیں تو خوب پریشان ہوگا۔

فہیم میاں نے کہا۔ ''بھئی دوسروں کو پریشان کر کے مزہ اٹھانا کچھ اچھا نہیں۔''

''ارے یار کہیں ہم جوتے لے تھوڑا ہی لیں گے۔ جب وہ پریشان ہو کر چلا جائے گا تو چپکے چپکے اس کے پیچھے جا کر جوتے اس کے گھر دے آئیں گے۔''

''لیکن بھئی تم کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ وہ بے چارہ معلوم نہیں کتنا

پریشان ہو۔ غریب آدمی ہے۔"

"فائدہ ہی کیا ہوتا۔ ذرا دیر کا مزہ ہے اور بس!"

"اچھا تو ساجد بھائی! میں ایک اور ترکیب بتاؤں ہمیں یہی تو چاہئے نا کہ ذرا دیر خوب مزہ آجائے گا۔ کیا دوسروں کو پریشان کرنے میں ہی مزہ آتا ہے۔ تفریح اور دل چسپی کی ایک صورت اور بھی تو ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ اگر ہم اس کو کسی طرح بہت زیادہ خوش کرسکیں تو کیا ہمیں مزہ نہیں آئے گا؟"

"آئے گا کیوں نہیں۔ بتاؤ تم کیا ترکیب کرو گے اسے خوش کرنے کی؟"

"دیکھو، یہ میرے پاس دو چونّیاں ہیں بالکل نئی۔ کیسی چم چم ہو رہی ہیں۔ لاؤ چپکے سے ایک چونّی اس کے ایک جوتے میں ڈال دیں۔ اور پھر دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے؟"

یہ بات ساجد کی سمجھ میں آگئی۔ بولا:

"بہت اچھا لاؤ یہ ترکیب کریں۔"

ساجد نے دونوں چونّیاں لے کر چپکے سے گھسیارے کے دونوں جوتوں میں ڈال دیں۔ اور دونوں دوست کچھ دور بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر

میں گھسیارے نے اپنی گھاس کی گٹھری باندھی اوراپنے جوتوں کے پاس آیا۔ جب جوتے پہننے لگا تو اسے چمک دار چونّیاں دکھائی دیں۔ نکال کر دیکھنے لگا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ کہاں سے آ گئیں۔ گھسیارے کا چہرہ خوشی کے مارے چمک رہا تھا۔ وہ تو دن بھر محنت کرتا تھا۔ جب کہیں چار آنے کی گھاس بیچتا تھا۔ آج اسے دو چونّیاں اس طرح بلا محنت مل گئیں۔ وہ بہت ہی خوش معلوم ہوتا تھا۔ اس نے جلد جلدی اپنی گٹھری اٹھائی اور سیدھا اپنے گھر کی طرف چلا۔ دونوں لڑکے بھی کچھ دور رہتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلے۔

جب گھسیارہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے گھاس کا گٹھر دروازے پر ہی ڈال دیا۔ اس کے دو بچے دروازے پر کھیل رہے تھے۔ دونوں اُسے دیکھ کر اس کی طرف لپکے اور گھسیارے نے ایک ایک چونّی ایک ایک بچے کے ہاتھ پر رکھ دی۔ بچے دوڑتے ہوئے اپنی ماں کے پاس گئے۔ ماں نے جو بچوں کے ہاتھ میں ایسی چمکتی ہوئی چونّیاں دیکھیں تو بہت خوش ہوئیں۔ غرض یہ کہ آج گھسیارے کا سارا گھر خوش تھا۔ ان لوگوں کو خوش دیکھ کر ساجد اور فہیم کو بھی مزا آ رہا تھا۔ آج ساجد کی سمجھ میں آ گیا کہ دوسروں کو پریشان کر کے خوش ہونے کے بدلے انھیں خوش کر کے خود خوش ہونے میں کچھ اور ہی مزہ ہے۔

عام طور پر تفریح کے لئے دوست آپس میں ایک دوسرے کو چھیڑتے ہیں یا پریشان کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ بات اتنی بڑھ جاتی ہے کہ خوشی کے بدلے الٹا رنج ہوتا ہے۔ اور آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کے بدلے اگر تفریح کے لئے ایسی صورتیں پیدا کی جائیں جن سے دوسروں کو بہت زیادہ خوشی ہو۔ تو اس طرح تم کو بھی مزہ آئے گا۔

☆☆☆

شرارت

حامد اور محمود تھے تو دونوں سگے بھائی۔ مگر دونوں میں بڑا ہی فرق تھا۔ بڑا بھائی حامد بڑا سمجھ دار اور بھولا لڑکا تھا۔ لیکن محمود جتنا چھوٹا تھا اتنا ہی کھوٹا۔ بڑا نٹ کھٹ اور بڑا شریر۔ حامد اپنے چھوٹے بھائی کو سمجھایا کرتا اور شرارت کے کاموں سے منع کیا کرتا تھا۔

ایک بار دونوں ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بڈھے لکڑ ہارے کو دیکھا۔ لکڑ ہارا بازار سے آ رہا تھا۔ لکڑیوں کا گٹھر اس کے سر پر تھا۔

اور وہ دھیرے دھیرے اس طرح بڑبڑا رہا تھا ''آج بڑی مشکل ہو گی۔ لکڑیاں بکیں نہیں۔ گھر کھانے کو دانہ نہیں۔ میرا تو کچھ نہیں، میں تو بھوکا ہی پڑا رہوں گا لیکن ننّھا اور اس کی بیمار ماں کا کیا ہوگا۔ ننّھے کو دودھ نہ ملا تو......؟''

لکڑہارے نے گٹھر ایک پیڑ کے نیچے ڈال دیا۔ اور سوچنے لگا کیا کرے؟ پھر اسے پاخانہ معلوم ہوا۔ وہ راستے سے دور ایک کھائی میں چلا گیا۔ اسے دور اور آڑ میں دیکھ کر محمود کی پسلی پھڑکی۔ اس نے حامد سے کہا۔ ''بھائی جان! آہا بڑا مزہ آئے گا۔ آؤ اس کا گٹھر کھول دیں اور لکڑیاں اِدھر اُدھر بکھیر دیں اور چھپ کر تماشا دیکھیں۔ لکڑہارا خوب پریشان ہوگا۔''

حامد نے محمود سے کہا۔ ''میں اس سے اچھی شرارت بتاؤں، وہ نئے قسم کی شرارت ہے۔ اس میں بہت ہی مزہ آئے گا۔''

محمود نے پوچھا۔ ''کیا؟''

حامد نے بتایا۔ ''آؤ، اس کے گٹھر کے دو چھوٹے چھوٹے گٹھر بنائیں اور ایک ایک لا دلیں۔ اس کے گھر پہنچا دیں اور پھر چھپ کر لکڑہارے کا تماشا دیکھیں۔ وہ بے چارہ تھکا بھی ہے اور پریشان بھی۔ لکڑیوں کا گٹھر نہ دیکھے گا تو بڑبڑاتا گھر جائے گا اور جب وہاں لکڑیاں دیکھے گا تو کتنا خوش ہوگا۔ شرارت

کی شرارت، اور نیکی کی نیکی۔ اور اگر ہم تم یہ شرارت، ارے شرارت نہیں نیکی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کریں اور لکڑ ہارے کو معلوم نہ ہو سکے تو کیا کہنا؟''

محمود بھی اس نئے قسم کی شرارت کو سمجھ گیا۔ دونوں نے جھٹ پٹ لکڑیوں کے دو چھوٹے گٹھر بنائے اور اٹھا کر بھاگے۔ لکڑ ہارے کے گھر پہنچا آئے اور پھر بھاگ کر وہیں پہنچے جہاں لکڑ ہارے نے گٹھر ڈالا تھا۔

وہاں لکڑ ہارا پاخانے سے فارغ ہو کر آ چکا تھا۔ لکڑیاں نہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اب وہ پھر بڑ بڑاتا گھر کو چلا۔ ''ہائے اللہ! یہ نئی مصیبت پڑی۔ غریبی میں آٹا گیلا۔ ایک تو ویسے ہی کچھ کھانے کو نہیں۔ پھر لکڑیوں کا کچھ سہارا تھا۔ سوچا تھا کہ گھر چل کر کسی کو اونے پونے دے دوں گا۔ ننّھے اور اس کی ماں کے لئے کچھ کھانے کو لاؤں گا۔ یہ تو وہ ہی مثل ہوئی کہ ''ایک تو دُبلی دوسرے بھوکی۔'' یا اللہ اب کیا ہو گا؟''

آگے آگے لکڑ ہارا اسی طرح بڑ بڑاتا جا رہا تھا۔ پیچھے پیچھے حامد اور محمود ذرا فاصلے سے چل رہے تھے۔ بڑا مزہ آ رہا تھا اور حامد اس سے کہہ رہا تھا۔

''محمود اب جب لکڑ ہارا گھر پہنچے گا تو اس کی یہ ساری پریشانی دور ہو

جائے گی۔ مگر آؤ ہم تم گھر چلیں۔ نہیں تو لکڑ ہارا ضرور سمجھ جائے گا۔

حامد اور محمود اپنے گھر گئے۔ محمود جب اس نئی شرارت کو سوچتا تو اسے بھی مزہ تو آتا تھا مگر خوشی نہیں ہوتی تھی۔ اب اس نے دل میں ٹھان لیا کہ اگر شرارت کو جی چاہے گا تو ایسی ہی شرارت کرے گا۔

☆☆☆

جنّ کی ہار

جنوں کے بادشاہ نے جنوں کے سامنے انسان کی تعریف کی تو سب سے زیادہ جھن جھن جنّی اور گھن گھن جنّی کو بُرا لگا۔ وہ اپنی اپنی جگہ بڑ بڑانے لگے۔ ''واہ ذرا سا انسان، ہم جب چاہیں اُسے مٹھی میں دبا کر مار ڈالیں۔ ہم آگ سے بنے ہیں اور انسان مٹی سے بنایا گیا ہے۔ ہم میں وہ طاقت ہے کہ ہم پہاڑ اٹھا لیں۔ ہمارے سامنے آدمی ایسا ہے جیسے پہاڑ کے سامنے چیونٹی۔ واہ یہ بھی خوب رہی کہ بادشاہ سلامت انسان کو ہم سے بڑھ کر بتاتے ہیں۔ ہم میں تو یہ طاقت ہے کہ ہم شیر بن کر آدمی کو ڈرا دیں۔ ہم میں یہ طاقت ہے کہ ہم آدمی کے جسم میں گھس کر بیماریاں پیدا کر دیں۔ ہم یہ بھی تو کر سکتے ہیں کہ آدمی کو

پاگل بنادیں۔ بھلا یہ انسان ہم سے بڑھ کر کیسے ہوسکتا ہے؟''

جھن جھن جنّی اور گھن گھن جنّی کی بڑبڑاہٹ بادشاہ نے بھی سنی۔ وہ دونوں کو سمجھانے لگا کہ خبردار! آدمی کا مقابلہ نہ کرنا۔ آدمی کو اللہ نے سب سے زیادہ سمجھ دی ہے۔ اللہ نے اسے قرآن عطا فرمایا ہے۔ قرآن میں ایسی ایسی دعائیں ہیں کہ وہ ان سے بڑے بڑے کام نکالتا ہے اور جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ دیکھو، آدمی دیکھنے ہی میں چھوٹا ہے مگر سمجھ لو وہ علم اور عقل کا پُتلا ہے۔ تم اس سے کبھی نہیں جیت سکتے!''

''واہ، کیسے نہیں جیت سکتے۔'' جھن جھن جنّی اور گھن گھن جنّی نے بادشاہ کو جواب دیا۔ ''اچھا مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے۔ آپ کہئے تو ہم اس کی مفت نوکری کر کے ناک میں اس کا دم کر دیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' جنّوں کے بادشاہ کو دونوں کی گھمنڈ بھری باتیں پسند نہیں آئیں۔ اس نے کہا۔ ''اچھا جاؤ ایک آدمی کو اٹھا لاؤ۔ جھن جھن جنّی اور گھن گھن جنّی آن کی آن میں ایک آدمی کو اٹھا لائے اور بادشاہ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔

بادشاہ نے جنّوں کو حکم دیا کہ سب لوگ آدمی کی شکل بن جاؤ۔ ویسے تو

آدمی ہمیں دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے بعد تمہارا اور اس کا مقابلہ ہوگا۔

بادشاہ کے حکم سے سارے جنّ آدمی کی شکل میں آگئے اور اب آدمی نے دیکھا کہ وہ ایک دربار میں ہے اور سامنے بادشاہ بیٹھا ہے۔ اور آس پاس بڑے ڈیل ڈول کے لوگ بیٹھے ہیں۔ آدمی ڈرا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیسے آ گیا اور کیوں لایا گیا ہے؟ اس نے بادشاہ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا:

''دیکھو، ہم سب جنّات ہیں۔ تم ہمیں ویسے تو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے ہم سب آدمی کی شکل میں تمہارے سامنے آ گئے۔ ادھر دیکھو، وہ دو جنّ تم کو اٹھا لائے ہیں۔ وہ تمہاری نوکری مفت کریں گے تم کو یہیں ایک مکان رہنے کو دیا جائے گا۔ اگر تم نے ان سے نوکری کرالی تو تم کو انعام دے کر واپس کر دیا جائے گا نہیں تو دونوں جنّ تم کو کھا جائیں گے۔''

بے چارہ آدمی پریشان ہوا۔ پھر سوچنے لگا کہ یہ کیا بات ہے۔ جنّ میری نوکری کریں گے اور مفت میں۔ اس نے سوچ کر بادشاہ سے کہا۔ جو آپ کی مرضی ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ دونوں میرا کہنا نہیں ٹالیں گے۔''

بادشاہ نے کہا۔ ''ہاں یہ دونوں وہی کریں گے جو تم کہو گے۔'' لو بھئی یہ بات طے ہو گئی۔ بادشاہ نے رہنے کے لئے آدمی کو ایک مکان دے دیا۔

آدمی جھن جھن جنّی اور گھن گھن جنّی کے ساتھ مکان میں گیا۔ دونوں کو حکم دیا۔ ''مکان صاف کر دو۔'' پھر حکم دیا، کمرے سجاؤ۔ جنّوں نے منٹ بھر میں کمرے سجا دیئے۔ پلنگ، کرسی، میز اور ہر طرح کا سامان لیس کر دیا اور آ کر بولے۔ ''اب کیا حکم ہے؟''

آدمی نے کہا۔ ''اب جاؤ، کھانا لاؤ۔'' جنّوں نے منٹ بھر میں طرح طرح کا کھانا حاضر کر دیا۔ آدمی کھانا کھانے لگا اور جنّ بولے۔ ''اب کیا حکم ہے، ہم سے کام لو۔'' اب تو آدمی سوچنے لگا کہ ان سے کیا کام لے۔ اس نے حکم دیا۔ ''جاؤ کشمیر سے سیب لے آؤ۔'' دونوں نے منٹ بھر میں کشمیر کے سیب لا کر حاضر کیئے اور بولے۔ ''اب کیا حکم ہے ہم سے کام لو۔'' آدمی نے پھر سوچ کر کہا۔ ''اچھا اب جاؤ امریکہ سے دودھ کا ڈبّہ لے آؤ۔'' یہ کہہ کر آدمی نے لقمہ منہ میں ڈالا۔ ابھی لقمہ چبا کر نگلا نہیں تھا کہ دونوں امریکہ سے دودھ کا ڈبّہ لے آئے۔ اور بولے۔ ''اب کیا حکم ہے ہم سے کام لو۔''

اب تو آدمی پریشان ہونے لگا۔ دل میں سوچا کہ اتنی جلدی یہ کام کریں گے تو ناک میں دم کر دیں گے۔ مگر کام تو لینا ہی تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اب جاؤ مکّے سے زمزم کا پانی لے آؤ۔'' دونوں جنّ منٹ بھر میں زمزم کا پانی

لے آئے اور پھر کام کی رٹ لگا دی۔ آدمی سوچنے لگا۔ اب معلوم ہوا کہ مجھے مشکل میں پھنسا دیا گیا ہے۔ جیسے تیسے دن بھر تو وہ کام بتاتا رہا۔ رات کو سونے چلا تو جنّوں نے کہا۔ ''کام بتایئے۔'' آدمی نے کہا۔ ''اب تو میں سونے جا رہا ہوں۔ اب کام کیسا؟'' جنّوں نے کہا۔ ''یہ ہم کچھ نہیں جانتے، کام بتاؤ۔'' اب تو آدمی ان سے پیچھا چھڑانے کی ترکیب سوچنے لگا۔

آدمی سوچتے سوچتے اُکتا گیا۔ تو اس نے خدا سے دعا کی کہ ''اے اللہ! ان سے پیچھا چُھڑا۔'' دعا کے بعد اس نے ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھی۔ اپنے اوپر دم کیا۔ جیسے ہی اس نے دم کیا۔ ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آئی۔ اس نے جھن جھن جنّی سے کہا۔ ''تم جا کر چالیس پچاس گز کا ایک بانس لے آؤ۔'' گھن گھن جنّی سے کہا۔ ''تم جا کر ایک کتّا لے آؤ۔'' دونوں جنّ منٹ بھر میں لے آئے اور بولے۔ ''کام بتاؤ۔'' آدمی نے جھن جھن جنّی کو حکم دیا کہ یہ بانس گاڑ دو اور اس پر چڑھو اترو۔ جب تک میں دوسرا حکم نہ دوں یہی کام کرتے رہو۔ گھن گھن جنّی کو حکم دیا کہ ''تم اس کتّے کی دُم سیدھی کرو۔ جب دُم سیدھی ہو جائے تو مجھے دکھاؤ۔''

دونوں جنّ اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ جھن جھن جنّی نے بانس گاڑا اور اس پر چڑھنے اترنے لگا۔ گھن گھن جنّی کتّے کی دُم سیدھی کرنے لگا۔ وہ دُم

پکڑ کر کھینچتا تو کتّا بھونک کر کاٹنے دوڑتا۔ گھن گھن جنّی دُم چھوڑ دیتا تو کتّا کبھی دُم نیچے کر کے پچھلی ٹانگوں کے بیچ میں لے جاتا اور کبھی اوپر اٹھا دیتا۔

آدمی یہ دیکھ کر مسکرایا۔ اب وہ چین سے پڑ کر سونے لگا۔ جھن جھن جنّی رات بھر بانس پر اترتا چڑھتا رہا۔ وہ چڑھتے اترتے تھک گیا۔ گھن گھن جنّی بار بار کتّے کی دُم سیدھی کرتا۔ لیکن جب چھوڑتا تو دُم ٹیڑھی ہی رہتی۔ صبح کو جب آدمی جاگا تو اس نے دیکھا کہ جھن جھن جنّی بانس پر بہت سستی سے چڑھ اتر رہا ہے اور گھن گھن جنّی کتّے کی دُم سیدھی نہ کر سکا۔ وہ دونوں پر بہت خفا ہوا۔ سڑاک سڑاک دس بیس بید لگائے۔ اس کے بعد پانی کھانا اور دوسری چیزیں مانگیں۔ دونوں نے ضرورت کی سب چیزیں حاضر کر دیں اور چاہا کہ ذرا سستا لیں کہ آدمی نے حکم دیا۔ ''ہاں! پھر اپنے کام پر چالو ہو جاؤ۔'' جھن جھن جنّی پھر بانس پر چڑھنے اترنے لگا اور گھن گھن جنّی کتّے کی دُم سیدھی کرنے لگا۔

آدمی کھا پی کر کپڑے پہن رہا تھا کہ جنّوں کے بادشاہ کے دربار میں جائے۔ اتنے میں جنّوں کا بادشاہ اپنے وزیروں اور درباریوں کے ساتھ خود اس کے گھر آ گیا۔ جھن جھن جنّی کو دیکھا وہ چڑھتے اترتے بے دَم ہو رہا تھا۔ پسینے میں شرابور، اور گھن گھن جنّی کتّے کی دُم سیدھی کرنے میں جھنجھلایا ہوا تھا۔ بادشاہ نے دونوں کی خیریت پوچھی۔ دونوں نے کہا۔ ''حضور! آپ ٹھیک کہتے

تھے۔ ہم بھر پائے۔ یہ آدمی سچ مچ علم اور عقل کا پُتلا ہے۔ پہلے تو ہم نے اسے پریشان کر دیا۔ اس کا سونا دوبھر کر دیا۔ لیکن پھر اس نے کچھ پڑھا۔ اپنے اوپر دم کیا۔ تو جھٹ یہ حکم دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ سچ مچ آپ سچ کہتے تھے۔ اللہ نے آدمی کو سب سے بڑھ کر بنایا اور اسے عقل سب سے زیادہ دی۔ اب خدا کے واسطے اس سے ہمارا پیچھا چھڑ ائیے۔ نہیں تو ہم دونوں اس کا حکم مانتے مانتے مر ہی جائیں گے۔''

بادشاہ ہنسا۔ اس نے آدمی سے کہا۔ ''بھائی! تم جیت گئے۔ ان دونوں نے اپنے گھمنڈ کی سزا پائی۔ اچھا، اب تم کو تمہارے گھر بھیج دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے آدمی کو بہت کچھ انعام دیا اور جھن جھن جنّی اور گھن گھن جنّی کو حکم دیا کہ اس آدمی کو جہاں سے لائے ہو وہیں واپس کر آؤ۔''

دونوں جنّوں نے بادشاہ کے حکم کو سنا۔ اطمینان کا سانس لیا۔ منٹ بھر میں آدمی کو سامان کے ساتھ اس کے گھر چھوڑ آئے۔ پھر کبھی انھوں نے آدمی سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کی۔ ہمت کرنا تو الگ رہا۔ وہ تو اپنی قوم کے لوگوں کو نصیحت کرتے تھے کہ بھائی! انسان کو اللہ نے سب سے بڑھ کر بنایا ہے۔ اس سے کبھی نہ بھڑ نا۔

☆☆☆

گھسیٹا

ٹرین چھوٹنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ لیکن ہم سب ڈبّے میں آ کر بیٹھ گئے اور اتنی جگہ گھیر لی تھی کہ ممّی نے گلّو کو ایک طرف لٹا دیا اور پھر اس طرح سامان رکھا کہ آمنے سامنے کی سیٹوں کے درمیان کی جگہ بھر گئی اور ایک چھوٹا سا چبوترہ بن گیا اور اس پر ہمارے پاپا کی پوری کی پوری فیملی نے قبضہ کر کے پیر پھیلا دیئے۔ ممّی گلّو کے پاس بیٹھ گئیں۔ ان کے بعد میں تھا، میرے سامنے پاپا اور پاپا کے داہنی طرف پھلّو پیر آگے کئے بیٹھی تھی۔ اس نے کھڑکی سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ اب جو آتا ہمیں دیکھ کر آگے بڑھ جاتا۔ ڈبّے میں جگہ بھرتی جا رہی تھی۔ جس نے جتنے حصّے پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اسے اپنی جائیداد سمجھے بیٹھا تھا۔ بعد میں آنے والے خوشامد کرتے، لڑتے جھگڑتے۔ لیکن کوئی کسی کی کچھ نہ سنتا۔ زبردستی لوگ ضرور اپنی جگہ بنا لیتے۔ لیکن سیدھے سادے لوگ یا تو واپس جاتے یا پھر کھڑے اِدھر اُدھر تکتے رہتے۔

وہ تو اچھا ہی ہوا کہ ہم ایک گھنٹہ پہلے پلیٹ فارم پر آ گئے تھے۔ نہیں تو بڑی مشکل ہو جاتی۔ دھیرے دھیرے ہمارا ہی ڈبہ نہیں پوری ٹرین آدمیوں سے

ایسی بھری تھی جیسے کسی جگہ سامان ٹھونس ٹھونس کر بھرتے ہیں۔ اسی ٹھونس ٹھانس میں اچانک میرے ڈبّے میں چٹ چٹ کی آواز آئی۔ اور پھر میں نے دیکھا۔ ایک لڑکا بس یہی بارہ تیرہ سال کا اپنے ہاتھوں میں لکڑی کی چٹیاں پہنے، انہی کی مدد سے مینڈک کی طرح اچھلتا چلا آرہا ہے۔ اس کے دونوں پیر لنجے تھے۔ اس کے گلے میں ایک تھیلا پڑا ہوا تھا۔ وہ ایک نیلا نیکر اور پھٹی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ وہ میرے برابر آکر رُکا۔ اس نے سر اونچا کر کے پہلے مجھے پھر پاپا کو دیکھا اور پھر بولا۔ ''بابو جی پالش!''

''نہ'' پاپا نے بڑی بے رخی سے جواب دیا۔ لڑکے نے کچھ بُرا نہ مانا۔ داہنی طرف دیکھ کر ایک صاحب سے کہا۔ ''بابو جی پالش۔''

''نہ ہٹ، بھاگ ادھر سے۔'' لڑکے نے کچھ بُرا نہ مانا۔ میں نے دل میں کہا۔ ''وہ بھاگے کیسے، پیر تو اس کے لنجے ہیں۔''

اب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ''بابو جی پالش۔'' ایک کھڑے ہوئے آدمی کے پیر اس نے پکڑ لئے۔

''کتنے پیسے لے گا؟''

''پندرہ پیسے۔''

''خوب اچھی پالش کرے گا۔''

''جی بابو جی! بالکل چم چم، لیٹ مارے جوتی آپ کی، تب پیسے دینا بابو۔''

لڑکے نے اس شخص کے پیر سے جوتے اُتار لئے۔ اپنے تھیلے سے اس نے چمڑے کا ایک ٹکڑا نکالا۔ اُسے اس شخص کے پیروں کے نیچے بچھا دیا۔ پھر اس نے پالش کی ڈبیا اور بُرش نکالا۔ بُرش سے اس نے جوتے کی گرد صاف کی۔ پھر پالش کی ایک ڈبیا کھولی۔ وہ لال نکلی اس نے اُسے تھیلے میں رکھ دیا۔ دوسری ڈبیا نکال کر کھولی وہ کالی تھی۔ اس نے بُرش کالی ڈبیا پر مارا اور ساتھ ہی گنگنایا۔ ''پیسے دینا بابو حلال کے۔''

اور پھر جب اس کا بُرش تیزی کے ساتھ جوتے پر پھرنے لگا تو ساتھ ہی اس کا سر بھی اتر دھن ہونے لگا۔ اور اسی تیزی سے اس کے گیت کی آواز ڈبّہ میں پھیلی۔

''میرا نام ہے گھسیٹا، مجھ کو ممّی نے ہے پیٹا
چولھے سے چمٹا نکال کے، پیسے دینا بابو حلال کے''

پاپا گیت سن کر ممّی کی طرف دیکھ کر ہنسے۔ ممّی بھی مسکرائیں۔ مگر ان کی ہنسی کچھ ایسی تھی کہ جیسے وہ من سے نہیں ہنس رہی ہوں۔ اس کے گیت کے گانے میں تال تو تھی۔ مگر سارے بول بے تک تھے۔ لڑکے کو اس سے کچھ بھی

غرض نہ تھی کہ گیت کے بولوں میں کچھ معنیٰ ہیں یا نہیں۔ وہ بُرش اور ہاتھ کے اِدھر اُدھر ہونے اور سر ملنے کے ساتھ گائے جا رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے دیہات میں بھور بھئے جب عورتیں چکی چلایا کرتی تھیں۔ تو گیت ان کی زبان سے پھوٹ نکلتے تھے۔ مگر اب وہ کہاں، ان کی نقل اس لڑکے نے اُتاری۔ وہ گا رہا تھا:

میرا نام ہے گھسیٹا، مجھ کو ممّی نے ہے پیٹا
دال میں نمک ڈال کے، پیسے دینا بابو حلال کے

ڈبّے میں سارے ہی لوگوں کو مزہ آنے لگا۔ ایک بابو نے ہنس کر کہا۔ ''اگر اس تان کے ساتھ ویسے ہی پیسے مانگے تو بڑی رقم پا سکتا ہے۔ اس کی پالش کی کیا ضرورت ہے۔''

''کیا مطبل بابو! کیا میں بھیک مانگوں؟''

''ہاں مطلب یہی کہ جب تمہارے پیر نہیں......؟''

''بابو جی! پیر نہیں تو کیا ہوا۔ ہاتھ تو ہیں۔ پھر کیوں بھیک مانگوں۔'' اور پھر اس نے گیت شروع کر دیا:

میرا نام ہے گھسیٹا، مجھ کو ممّی نے ہے پیٹا
اتنا بڑا کیا پال پال کے، پیسے دینا بابو حلال کے

اب تو لوگ ہنس پڑے۔ اسے اس کی کچھ پروا نہیں تھی کہ کون ہنس رہا ہے۔ اس نے تھیلے سے ایک کپڑا نکالا۔ اسے لمبا لمبا تہہ کیا۔ پھر ایک جوتا گھٹنوں میں دبایا اور اس پر کپڑے کے دس پانچ گھسّے دیئے اور رٹتا رہا۔ پیسے دینا بابو حلال کے، ہاں بھئی حلال کے، جیب سے نکال کے۔ اور اسی طرح دوسرے جوتے پر۔ جوتے سچ مچ چم چم ہو گئے۔ اس نے کہا۔ لیجئے، بابو جی دیکھئے۔

اُس نے جوتا پہنا دیا۔ پندرہ پیسے تھیلے میں ڈالے پھر چٹّیاں پکڑ کر آگے کو اُچھلنے والا ہی تھا کہ پاپا نے کہا۔

''لے بھائی اس پر بھی۔'' اور انھوں نے اپنے جوتے اتار دیئے۔

''اچھا بابو جی!'' اور پھر ایک اور بابو نے اپنے جوتے اتار کر بڑھا دیئے۔ اور پھر کئی آدمیوں نے بھی۔

''اچھا بابو جی!'' اس نے کئی جوڑ جوتے سمیٹ لئے۔ اس کے بعد وہ اس کے بعد وہ ایک جوتے کی گرد بُرش سے صاف ہی کر رہا تھا کہ دولڑکے بھیڑ میں سے ہوتے آ گئے۔ ان کے گلوں میں بھی تھیلے تھے اور وہ بھی نیکر اور نیلی قمیص پہنے ہوئے تھے۔

''ارے گھسیٹا! تو یہاں ہے۔ لا مجھے بھی دے کچھ کام۔''

''یہ دیکھو کئی جوڑ ہیں۔ نکالو نا برش۔''

''ارے اس نے اپنا کام ان دونوں کو دے دیا۔'' کئی آدمیوں نے تعجب کے ساتھ کہا۔

''آبے ڈچڑو! ادھر آ۔ میرے پاس بیٹھ جا۔'' گھسیٹا سمٹ کر بیٹھ گیا۔ دونوں لڑکے اس کے پاس بیٹھ گئے اور پالش کرنے لگے۔ اور اب جب گھسیٹا نے اپنی تان اڑائی تو ان دونوں نے بھی اس کی آواز سے آواز ملائی۔

میرا نام ہے گھسیٹا، مجھ کو ممّی نے ہے پیٹا
اپنے آگے بٹھال کے، پیسے دینا بابو حلال کے

ایک ہنسی کا زوردار قہقہہ ڈبّے میں بلند ہوا۔ جو کھڑے تھے۔ انھوں نے بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف مسکرا کر دیکھا اور پھر دیکھتے دیکھتے وہ لوگ جو زیادہ جگہ لئے بیٹھے تھے۔ سمٹ سمٹ کر بیٹھنے لگے۔ اب کچھ لوگ کھڑے تھے۔ مگر ان پالش کرنے والوں کو اس کی پروا نہیں تھی۔ ان کے داہنے اور بائیں ہاتھ اِدھر اُدھر جاتے۔ ان کے ساتھ ہی سر پر پھر جاتے اور تان اڑ جاتی۔

میرا نام ہے گھسیٹا، مجھ کو ممّی نے ہے پیٹا
سارے برتن کھنگال کے، پیسے دینا بابو حلال کے

ٹھیک اسی وقت گارڈ نے سیٹی دی۔ ٹھیک اسی وقت ڈبّے کی کھڑکی سے

کسی نے بستر پھینکا۔ اگر میں نہ دیکھ لیتا تو گلّو کے چوٹ ضرور آ جاتی۔ میں نے روک لیا اور کہا۔ آ جایئے اور شریمتی جی کو بھی لے آیئے۔ آپ کے لئے جگہ نکل آئے گی۔

لڑکوں نے جلدی جلدی جوتوں کو چم چم کیا۔ پیسے لئے اور چلے گئے۔

میں سوچنے لگا۔ خوب ہے یہ گھسیٹا۔ اگر بھیک مانگتا تو اس سے زیادہ پیسے پا جاتا لیکن ''پیسے دینا بابو حلال کے'' خوب ہے یہ بول اور پھر اس کے سارے گیت کے بولوں پر دھیان دیا۔ تو اس میں کوئی تُک نہ تھی۔ ہاں مزیدار خوب تھے۔ پھر میں نے سوچا۔ اس میں کچھ نصیحت بھی تھی یا نہیں؟ میں مسکرا دیا۔

اس سے زیادہ نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے کہ لوگوں نے دوسرے لوگوں کو جگہ دے دی۔ کیوں اور کیسے؟

بس اس وجہ سے کہ گھسیٹا خود دوسرے لڑکوں کا حامی نظر آیا۔ اور اس کے گیت نے لوگوں کی ہمدردی کو اور بھی چمکایا۔ میں اسے جاتے دیکھتا رہا۔ وہ چٹ چٹ کرتا ڈبّے سے پلیٹ فارم پر جا کودا اور ٹرین رینگنے لگی اور گھسیٹا کی یاد میرے دل میں چھوڑ گئی۔

☆☆☆

شیطان کی گرفتاری

میری عمر قریب قریب سترہ برس کی ہو چکی تھی۔ مگر میں نے روزہ کبھی نہیں رکھا تھا۔ اور بھائی روزہ رکھنا تو الگ رہا، اگر کسی کو روزے سے دیکھتا تو کہا کرتا۔ ''کیوں بھوکوں مر رہے ہو، کیا تمہارے گھر کھانے کو نہیں؟ میرے اس بات کو لوگ ذرا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس بات پر کوئی روزہ دار آج تک بگڑا نہیں ہاں، جس سے میں نے یہ بات کہی۔ اس نے اپنی حد تک سمجھایا ضرور۔ لیکن میں سمجھتا کیا میں تو روزے کا مذاق بنا رہا تھا۔

ایک بار میں نے یہی بات اپنے دوست رحمت اللہ سے کہی۔ رحمت اللہ جانتا تھا کہ میں بیکار میں بال کی کھال نکالا کرتا ہوں۔ اس نے مجھے جواب دیا۔ ''دیکھ لو نا روزہ رکھ کر، تم کو خود پتہ چل جائے گا کہ روزہ بھوکوں مرنے کے لئے رکھا جاتا ہے یا اس میں کوئی اور بات ہے؟''

رحمت اللہ یہ کہہ کر اپنے کام کو چلا گیا۔ میں اپنی راہ لگا۔ شام کو گھر آیا۔ گھر آ کر کھانا کھایا اور سونے کے لئے لیٹ رہا۔ لیٹے لیٹے دن بھر کی باتیں سوچتا

رہا۔ رحمت اللہ کی بات بھی یاد آئی۔ دل نے کہا۔ ''ذرا دیکھوں تو بھئی روزہ رکھ کر کیا ہوتا ہے۔ آخر سب روزہ رکھتے ہیں۔ کوئی تو بات ہو گی!'' پھر میں نے دل ہی دل میں کہا۔ ''اجی ہٹاؤ کون دن بھر بھوکوں مرے۔'' لیکن پھر وہی بات دل میں آئی۔ اب میں کبھی سوچتا کہ کل روزہ رکھوں اور کبھی سوچتا نہ رکھوں۔ میں دل ہی دل میں دیر تک اسی طرح سوچتا رہا۔ آخر میں نے دل میں ٹھان لیا کہ اچھا بھئی کل روزہ رکھ ہی لوں۔

میرے گھر میں صرف میری ماں روزہ رکھتی تھیں۔ میں انھیں بھی پریشان کیا کرتا تھا۔ مگر وہ مجھے دعائیں دیتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ ''اللہ تجھے روزہ رکھنے کی توفیق دے!'' میں نے اپنی ماں سے لیٹے ہی لیٹے کہا۔ ''امّی جان! آج مجھے سحری کے لئے جگا لینا۔ کل میں بھی روزہ رکھوں گا۔'' میری ماں کو یہ سن کر تعجب ہوا اور خوشی بھی ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے یہ تو نہ پوچھا کہ یہ روزہ رکھنے کا ارادہ کس طرح پیدا ہوا۔ ہاں انھوں نے مجھے بہت سی دعائیں دیں اور کہا ''اچھا بیٹا! ضرور جگاؤں گی۔''

ماں نے سچ مچ سحری کے وقت جگایا۔ میں نے سحری کھائی اور چاہا کہ سو جاؤں۔ میری ماں نے کہا۔ ''بیٹا! روزہ رکھا ہے تو روزے کی طرح رکھو۔'' میں نے پوچھا۔ ''کیا مطلب؟ ماں نے سمجھایا۔ ''بیٹا! جب روزہ رکھا ہے تو

ذرا دیر میں فجر کی اذان ہونے والی ہے۔ وضو کرلو اور فجر تک بیٹھ کر اللہ اللہ کرو، کچھ قرآن پڑھو، پھر فجر کی نماز بھی پڑھنا۔

یہ نصیحت کر کے ماں نے مجھے خود لوٹے میں پانی دینا چاہا۔ مگر میں نے کہا۔ ''اماں! آپ تکلیف نہ کریں، میں خود پانی لے کر وضو کرلوں گا۔'' اور پھر جھٹ میں نے اٹھ کر پانی لیا، وضو کیا، بچپن میں قرآن پڑھا تھا۔ کچھ یاد تھا کچھ بھول گیا تھا۔ خیر ایک جگہ لالٹین رکھی۔ رحل پر قرآن رکھا اور کھول کر پڑھنے لگا۔ قرآن میری سمجھ میں تو نہ آتا تھا۔ مگر اس وقت کچھ ایسا جی چاہ رہا تھا کہ پڑھے ہی جاؤں۔ قرآن پڑھتے ہوئے مشکل سے پاؤ گھنٹہ ہوا ہوگا کہ اذان کی آواز آئی۔ اذان سن کر میں نے قرآن ...... رکھ دیا اور مسجد جانے کے ارادے سے اٹھا۔ سوچا لاؤ آج ماں کو سلام کرلوں۔ میں نے ماں کو سلام کیا۔ ماں نے جواب دیا اور پھر میں مسجد چلا گیا۔ مسجد میں سنت پڑھ کر جماعت سے فرض پڑھی اور گھر چلا آیا۔

گھر آ کر سوچنے لگا۔ اب کیا کروں۔ روزے سے نہ ہوتا تھا تو کھانے پینے کی فکر ہوتی۔ میں کچھ طے نہ کر سکا تھا کہ دروازے پر ملّو بنئے نے مجھے پکارا۔ ملّو بنئے کی آواز سن کر میری جان نکل گئی۔ میں اس کا قرض وار تھا۔ قریب قریب گیارہ روپئے کا اور اس کے مانگنے پر انٹ شنٹ وعدے کر دیتا

تھا۔ آج وہ وعدے پر آیا تو میں سوچنے لگا کیا کروں اور بھئی سچ بتاؤں میں اسے روپئے دینا ہی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اپنی چھوٹی بہن سے کہا۔ ''رشیدہ کہہ دو گھر میں نہیں ہیں۔''

میری ماں نے یہ سنا تو کہا۔ ''بیٹا! صبح ہوتے ہوتے جھوٹ! توبہ کرو، مسلمان کو تو یوں بھی جھوٹ سے بچنا چاہئے۔ اور پھر آج تم روزے سے ہو۔ روزہ رکھ کر جھوٹ اور بُری باتوں سے نہ بچے تو روزہ کیا ہوا۔ بھوکوں مرنا ہوا!''

''بھوکوں مرنا!'' ارے یہ تو میں روزہ داروں کے لئے کہا کرتا تھا۔ میں نے مُلّو بنئے سے کہا۔ ''آتا ہوں۔'' اور امّی جان سے کہا۔ ''امّی جان! یہ کیا بات آپ نے کہی۔ کیا روزہ اس لئے رکھتے ہیں کہ بُری باتوں سے بچیں؟''

ماں نے جواب دیا۔ ''ہاں بیٹا! روزہ اسی لئے رکھا جاتا ہے کہ بُری باتوں سے بچ کر اللہ کو راضی کیا جائے۔''

ماں کی یہ بات کچھ میں سمجھا کچھ نہ سمجھا۔ اب میں باہر نکلا۔ مُلّو بنئے نے روپئے مانگے۔ میں نے کہا۔ ''بھائی! آج ضرور دے دوں گا۔ اطمینان رکھو، میں خود تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔'' میں نے سچ مچ پھر اُسے ٹالنا چاہا۔ بنیا پھر بنیا تھا۔ اس نے بھانپ لیا کہ بہانہ ہے۔ اس نے کہا۔ ''نہ بھائی بہت بہانے

کر چکے۔ بیسیوں وعدے ہو چکے۔ آج تو میں لے کر ٹلوں گا۔'' اس کے ساتھ اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ ''ایسا لے مار اور نا دہند آدمی ہی نہیں دیکھا۔''

لے مار اور نا دہند کے لفظ سن کر مجھ کو غصّہ آ گیا۔ میں نے لپک کر اس کا گلا دبا دیا اور گالی دے کر کہا۔ ''روپئے لے گا یا کسی کی آبرو۔ جان لے لوں گا تیری۔'' یہ کہہ کر میں نے اس کی گردن پکڑ لی۔

میری ماں نے اندر سے یہ دھینگا مستی سنی تو مجھے ڈانٹا۔ ان کو قرض کی بات معلوم ہوئی تو انھوں نے سوا گیارہ روپئے بھنّو کے ہاتھ بھیج دیئے۔ اور مجھے بلا کر سمجھایا۔ ''بیٹا! میں نے کہا تھا کہ روزہ رکھ کر جھوٹ، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا اور بُری باتوں سے نہ بچے تو روزہ کا ہے کا۔ وہ بھوکوں مرنا ہوا۔ اگر روزہ رکھنا ہے تو روزے کی طرح رکھو۔''

اس کے جواب میں میں نے کہا۔ ''ارے اماں! اس بنئے نے کیسی کچّی بات کہی تھی۔ وہ آپ نے نہیں سنی۔'' ماں نے کہا۔ ''سنی تھی بیٹا! اسے بات کہنے کا حق تھا۔ تم بیسیوں بار وعدہ جھوٹا کر چکے ہو۔ اُسے غصہ آنا ہی چاہئے اور تم کو اس کی کچّی بات سہنا چاہئے۔''

میں نے دل میں کہا۔ ''ماں بات تو ٹھیک کہتی ہیں۔ میں خاموش ہو رہا۔ مُلّو بنیا روپئے لے کر گھر چلا گیا۔ میں گھر میں بیٹھا بیٹھا دیر تک سوچا کیا۔

’’خوب رہی آج امّی جان نے میرے شیطان کو دبا دیا۔نہیں تو شاہ جی کا بنیا پن نکال دیتا۔‘‘

اب دن چڑھ آیا تھا۔ میں نے ماں سے کہا۔’’اب کام پر جاتا ہوں۔‘‘ اور یہ کہتے ہوئے گھر سے نکل گیا۔حاجی کریم کی دکان پر ملازم تھا۔ میں دکان پر پہنچا۔آج میں کچھ جلدی بھی پہنچ گیا تھا۔ویسے روزانہ دیر ہی ہو جاتی تھی اور حاجی صاحب روز ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے۔آج روز کے خلاف جلدی پہنچا تو انھیں تعجب ہوا۔انھوں نے مسکرا کر کہا۔’’ارے بھئی! آج بڑی جلدی آ گئے اورآج خالی ہاتھ کیسے؟‘‘ میں نے کہا۔’’خالی ہاتھ کا کیا مطلب ہے؟‘‘بولے دوپہر کا کھانا نہیں لائے؟‘‘ میں نے کہا۔’’آج میں روزے سے ہوں۔‘‘ ’’اچھا!‘‘ حاجی صاحب نے خوب بڑھا کر کہا اور وہ خوش ہو گئے۔

اب جب میں روزہ رکھنے لگا ہوں تو جھوٹ کیوں بولوں۔ حاجی صاحب کی دکان سے دو چار آنے پیسے کسی نہ کسی طرح ضرور اڑا دیتا تھا۔آج بھی کئی بار دل میں آیا کہ کچھ پیسے ہتھیا لوں۔مگر ماں کی بات یاد آ گئی۔روزہ رکھ کر جھوٹ، چوری اور بُری باتوں سے نہ بچے تو ایسا روزہ،روزہ نہیں۔ بھوکوں مرنا ہے۔‘‘

میں نے اس دن ایک پیسہ بھی دکان سے نہیں لیا اور چوری نہ کرنے سے

آج میں بڑا اجری اور بہادر جیسا تھا۔ ویسے دن بھر دل دھک دھک کرتا رہتا اور میں ڈرا کرتا کہ کہیں حاجی صاحب دیکھ نہ لیں۔

دوپہر کو مجھے بھوک لگی۔ میں نے کبھی روزہ تو رکھا نہیں تھا۔ بھوک لگی تو اس نے ستانا شروع کیا۔ اسی حالت میں ایک غیر مسلم بیوہ عورت دو بچوں کا ہاتھ پکڑے دکان پر آئی اور رورو کر بولی۔ ''بابو آج میرے لال بالکل بھوکے ہیں۔ اپنے خدا کے لئے کچھ دے دو۔'' حاجی صاحب نے کچھ پیسے اسے دے دیئے۔ بھوک کا نام میں نے سنا تو دل میں کہا۔ ''اُف! کیسی سخت ہوتی ہے بھوک۔'' آہ! یہ کیسے بھوک کو سہتے ہوں گے؟'' مجھے آج پہلے پہل بھوک سے رہنے کا اندازہ ہوا۔ اور اب مجھے غریبوں اور دکھیا عورتوں سے محبت سی ہونے لگی۔ اس وقت میرے پاس دو آنے پیسے تھے۔ میں نے اس بیوہ عورت کو پکارا۔ اسی وقت میرے دل نے کہا۔ ''کیا کرتے ہو ان پیسوں کی افطاری بازار سے لے لینا۔'' مگر میں نے دل کی بات نہ مانی اور سمجھ گیا۔ شیطان بہکا رہا ہے۔ میں نے دُوَنّی عورت کو دے دی۔ حاجی صاحب حیران ہوکر میرا منھ تکنے لگے اور میں نے سمجھ لیا کہ روزہ بھوکوں مرنے کے لئے نہیں بلکہ بھوکوں کو بھوک سے بچانے کے لئے رکھا جاتا ہے۔

دن بھر دکان پر کام کیا۔ لیکن آج کسی سے میں نے ایک پیسے کے لئے

جھگڑا نہیں کیا۔ ویسے تو میرا روز کا حال یہ تھا کہ ذرا پیسہ گھِسا ہوا دیکھا کہ گاہک کے منہ پر مار دیا۔ لیکن آج اگر کسی کا دیا ہوا کوئی سکّہ نرم بھی دیکھا تو نرم لفظوں میں واپس کر دیا۔ میرے اندر گھُسا ہوا شیطان مجھے بہکاتا تو بار بار تھا کہ فلاں کو اس طرح جھڑک دو اور فلاں کو اس طرح۔ لیکن آج میں نے شیطان کو ابھرنے کا موقع نہیں دیا۔

شام کو جب میں گھر چلنے لگا تو حاجی صاحب نے کہا۔ ''رک جاؤ میرے ساتھ میرے گھر پر ہی افطاری کر لینا۔ اور لو بھائی یہ سامان اپنی والدہ کے لئے لیتے جاؤ۔'' حاجی صاحب نے یہ کہہ کر کچھ مٹھائی، پھل اور نمکین وغیرہ ایک ڈلیا میں مجھے دیا اور ایک ڈبّہ مجھے دیا۔ میں نے حاجی صاحب کے سامنے تو ڈبّہ کھولا نہیں۔ گھر آکر دیکھا تو اس میں میرا ایک جوڑا کپڑا مع جوتا رکھا تھا۔ میں حاجی صاحب کی اس مہربانی سے بہت خوش ہوا۔ ماں کو دیا تو انھوں نے کہا۔ ''حاجی صاحب کے دل میں تمہاری محبت ڈال دی۔ میں نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔

مغرب سے کچھ پہلے حاجی صاحب کے گھر جا پہنچا۔ وہاں کچھ لوگ اور جمع تھے۔ حاجی صاحب نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ میں نے سب کے ساتھ

روزہ افطار کیا۔ اس کے بعد سب کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر کھانا کھا کر گھر کی طرف چلا۔ حاجی صاحب نے آٹھ آنے پیسے دیئے کہ رکشا کرلو۔

میں نے آٹھ آنے پیسے جیب میں رکھے۔ راستے میں شیطان نے پھر بہکایا۔ آٹھ آنے تو مل گئے۔ چلو اب سنیما دیکھو۔ روزہ بھی نہیں کہ اس کے مکروہ ہونے کا کھٹکا ہو۔" یہ بات دل میں آئی تو میں سنیما کی طرف چلا۔ مگر راستے میں خیال آیا کہ روزہ نہیں تو روزوں کا مہینہ تو ہے۔ اس مہینہ میں نیکی خوب کرلینا چاہیے۔ میں پھر گھر کی طرف مڑا۔ اب تو شیطان نے بہت بہت بہکایا۔ مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس نے جتنا ہی مجھ سے کہا اتنا ہی میں نے اس کا گلا دبایا۔

گھر آیا تو ماں نے کہا۔ "بیٹا! ایک کام اور کرلو تو روزہ پورا ہو جائے۔ جاؤ عشاء کی نماز اور تراویح بھی پڑھ آؤ۔" میں مسجد گیا۔ ایک گھنٹہ وہاں لگا۔ تراویح وغیرہ سے چھٹی پا کر گھر آیا۔ تو اب میرا دل چاہ رہا تھا کہ کل پھر روزہ رکھوں گا۔

میں نے چارپائی پر لیٹ کر دن بھر کی باتوں کو سوچا تو بس مُلّو بنئے سے ذرا تو تو میں میں ہوگئی تھی۔ اس کے بعد پھر میں نے کوئی شیطانی کام نہیں کیا۔

میں نے مسکراتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔ ''آج تو جیسے میں نے شیطان کو گرفتار کرلیا۔

بس یہی میرا پہلا روزہ تھا۔ اس کے بعد سے آج تک میرا کوئی روزہ نہیں چھوٹا اور میں اس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ روزے کے بارے میں مجھ کو بڑی باتیں معلوم ہوئیں۔ جیسے:

۱:- روزہ رکھنے سے بُرائیاں دُور ہوجاتی ہیں۔

۲:- روزہ رکھنے سے غریبوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

۳:- روزہ رکھ کر شیطان کو گرفتار کیا جاسکتا ہے۔

۴:- اور سب سے بڑی بات یہ کہ روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کو خوش کیا جاسکتا ہے۔

اب میں دعا کرتا ہوں کہ سب بھائی روزہ رکھا کریں۔ رمضان میں بھی اور دوسرے مہینوں میں بھی کبھی کبھی۔

☆☆☆